خواتین کی اخلاقی تربیت، سیرت حضرت عائشہ اوران کی مرویات سے اخذ واستفادہ

فاخرہ تحسین*

ڈاکٹر محمد ارشد**

Abstract

Islamic teachings insist on good moral values .Holy Prophet (PBUH) `s life was an excellent example of morality. He teaches his companions to adopt good moral values. Hazrart Ayesha (R.A) played an important role in developing moral values among the females of her time. After the death of Holy Prophet (PBUH) she devoted her life for the education and training of Muslim women. She conveyed the message of Allah and His Prophet, regarding moral values to the masses. The present women can improve their ethical and dealing values by seeking the guidance for their daily life from the Seerah of Umm-ul-Momineen Ayesha Siddiqah, may Allah bless her soul.

اسلام جس معاشرے کی تشکیل کرنا چاہتا ہے وہ اخلاق حسنہ سے مزین معاشرہ ہے۔ وہ اپنے ماننے والوں کو اخلاق عالیہ کا خوگر بنانا چاہتا ہے۔ جس معاشرے میں اسلام نے جنم لیا وہ اخلاقی لحاظ سے ایک پست معاشرہ تھا۔ جہاں چوری، ڈاکہ زنی اور لوٹ مار بہادری کی علامت سمجھے جاتے تھے۔ جہاں بے حیائی اور ظلم کو غلط نہ سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اسلام نے جس معاشرے کو پروان چڑھایا وہ ایک ایسا معاشرہ تھا جس میں تمام اعلیٰ اخلاق پائے جاتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے اخلاق عالیہ کا یہ عالم تھا کہ غیر تک آپ کو صادق اور امین قرار دیتے تھے۔ آپ ﷺ کے ہاتھوں جن لوگوں نے پرورش پائی ان کا اخلاق اس قدر اعلی تھا کہ اپنے اور پرائے سب ان کے اعلیٰ اخلاق کی گواہی دیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ جنھوں نے مسلمان خواتین کی تعلیم و تربیت میں اہم کردار کیا انھوں نے اخلاقی لحاظ سے بھی مسلمان خواتین کی تربیت کی۔ ان کے اندر موجود تمام رزائل اخلاق کو ختم کر کے اخلاق حسنہ اجاگر کرنے کی کوشش کی۔ خود حضرت عائشہ کی سیرت مبارکہ بھی اخلاق حسنہ کا پرتو تھی۔

اخلاق کا معنی و مفہوم:

جہاں تک اخلاق کے معنی و مفہوم کا تعلق ہے تو لسان العرب میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے۔ "لفظ اخلاق دراصل عربی کا لفظ ہے جس کا مادہ خ-ل-ق ہے۔ اس کے لفظی معنی عادت، طبیعت، مروت، اور خصلت کے ہیں [1]

اسی طرح **مفردات القرآن** میں ہے کہ: اخلاق کے معنی قویٰ، باطنہ، اور عادات و خصائل تحریر کیے گئے ہیں [2]

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ عربی وعلوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

**ایسوسی ایٹ پروفیسر، ادارہ عربی وعلوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

سید شریف جرجانی اخلاق کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

الخلق عبارة هیئة للنفس راسخة تصدر عنها الافعال بسهولة ویسر من غیر حاجة الی فکر رویة۔[3]

"نفس کی ایسی پختہ حالت سے عبارت ہے جس کے باعث افعال بہت سہولت کے ساتھ بغیر غور و فکر کے سرزد ہوں"۔

جہاں تک اخلاق کے اصطلاحی معنی کا تعلق ہے تو اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں اس کی تعریف یوں بیان ہوئی ہے:

"معاشرتی معاملات طے کرنے کے ایسے اصول ہیں جو نیکی اور بھلائی کی تمیز پیدا کر دیں جو فضائل و رذائل کا علم بخشیں اور جن کی پابندی کے بغیر اجتماعی زندگی کا تصور محال ہو۔"[4]

قرآن پاک میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے اور آپ ﷺ کے اخلاق کو بلند ترین درجہ پر فائز قرار دیا گیا ہے: جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ [5]

"بے شک آپ اخلاق کے بلند ترین درجہ پر فائز ہیں۔"

انگریزی میں اخلاق کے متبادل جو لفظ استعمال ہوتا ہے وہ "Ethics" ہے اور اس کا مفہوم کچھ یوں ہے:

Ethics is a set of principles that people use to decide what is right and what is wrong.[6]

"اخلاق سے مراد اصولوں کا وہ مجموعہ ہے جو یہ طے کرنے میں مدد دیتا ہے کہ کیا چیز درست ہے اور کیا غلط۔"

مولانا شبلی نعمانی کے نزدیک اخلاق سے مراد پختہ عادت یا وہ عمل ہے جو خود بخود وقوع پذیر ہو۔[7]

آپ اس حوالے سے مزید لکھتے ہیں کہ:

> "انسان اپنے لیے اخلاق حسنہ کا جو پہلو پسند کرے، اسکی اس شدت سے پابندی کرے اور اس طرح دائمی اور غیر متبدل طریقے سے اس پر عمل کرے کہ گویا وہ اختیار رکھنے کے باوجود اس کام کے کرنے پر مجبور ہے اور لوگ دیکھتے ہی دیکھتے یہ یقین کر لیں کہ اس شخص سے اسکے علاوہ کوئی اور بات سرزد ہو ہی نہیں سکتی، گویا اس سے یہ افعال اس طرح صادر ہوتے ہیں جیسے آفتاب سے روشنی، پھول سے خوشبو اور ان میں سے کسی حالت میں یہ الگ نہیں ہو سکتیں۔[8]

سواس سے معلوم ہوا کہ نفس کی ایسی پختہ عادت و کیفیت جس کے باعث افعال بغیر غور و فکر اور تامل کے انسان سے سرزد ہوں تو اس کو اخلاق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

خواتین کی اخلاقی تعلیم و تربیت اور سیرت عائشہ :

اخلاق کی دو اقسام ہیں فضائل اخلاق اور رزائل اخلاق، اخلاق عالیہ میں حق گوئی، دیانت داری، نرمی، ظلم سے پرہیز، صبر، تقویٰ، پرہیز گاری، ایفائے عہد حسن سلوک، خوش گفتاری، شکر، توکل، خدا خوفی، احسان اور انصاف پسندی وغیرہ شامل ہیں۔ جبکہ رزائل اخلاق میں جھوٹ، چوری، غیبت، ظلم، بد دیانتی، ناشکری، بد کرداری، وعدہ خلافی، بدزبانی، بے صبری وغیرہ شامل ہیں۔ حضرت عائشہ کی ذات مبارکہ ان تمام صفات سے عاری تھی جن کو رزائل اخلاق کہا جاتا ہے۔ جبکہ اخلاق عالیہ آپ کی ذات مبارکہ میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا میں جس شخص کی ہمراہی سے نوازا تھا اس کا اخلاق سب سے اعلیٰ تھا۔ جس کے اعلیٰ اخلاق کی ضمانت خود قرآن دیا کرتا تھا[9] نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نے حضرت عائشہ کی ذات مبارکہ میں ان تمام اخلاق حسنہ کو جمع کر دیا تھا جو کہ خود نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ میں موجود تھے۔ لہذا حضرت عائشہ نہ صرف اخلاق عالیہ کا ایک اعلیٰ نمونہ تھیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے یہ اخلاق عالیہ مسلمان مردوں اور خصوصا خواتین کے اندر بھی اجاگر کرنے کی کوشش کی۔ جیسا کہ حضرت عائشہ سے مروی ایک روایت میں بیان ہوتا ہے:

عن عائشہ ان النبی ﷺ قال ان اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا والطفھم باھلہ[10]

"حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کامل ترین ایمان والا وہ آدمی ہوتا ہے جس کے اخلاق زیادہ عمدہ ہوں اور وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ سب سے زیادہ مہربان ہو۔"

حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے لیے اچھی سیرت کی دعا کیا کرتے تھے جیسا کہ حدیث میں بیان ہوتا ہے:

عن عائشہ انھا قالت ان النبی ! اللھم احسنت خلقی فاحسن خلقی۔[11]

"حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ ! جس طرح تو نے میری صورت اچھی بنائی ہے اسی طرح میری سیرت بھی اچھی کر دے۔"

حضرت عائشہ سمجھتی تھیں کہ اچھے اخلاق ایک مومن عورت کے لیے بہت زیادہ ضروری ہیں۔ اگر کسی کا اخلاق اچھا ہو تو وہ اس اچھے اخلاق کے بل پر بہت بلند درجات حاصل کر سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ارشاد فرماتی تھیں:

"نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے قائم اللیل اور صائم النہار لوگوں کے درجات پالیتا ہے۔"[12]

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے اخلاق اور ان کا رویہ اس قدر اچھا تھا کہ انھوں نے کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی تھی پھر چاہے وہ کوئی کم مرتبہ شخص یا آپ کا غلام اور لونڈی ہی کیوں نہ ہوتے۔ نہ ہی آپ ﷺ کسی سے اپنی ذات کے لیے بدلہ لیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ اچھے اخلاق پر اس قدر زور دیا کرتی تھیں کہ آپ مسلمان خواتین کو نصیحت کیا کرتی تھیں کہ وہ کسی بھی حالت میں اخلاق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں یہاں تک کہ اگرچہ وہ نہایت دکھ اور تکلیف کی حالت میں ہی کیوں نہ ہوں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ انھیں ایسا کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ ایک روایت میں بیان ہوتا ہے:

"حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ ان کے گھر میں کسی نے چوری کی تو انھوں نے اسے بددعائیں دیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: تم اس کا گناہ ہلکا نہ کرو۔"[13]

سو حضرت عائشہ صدیقہ اخلاق عالیہ سے متعلق روایات نہ صرف بیان کرتی ہیں بلکہ انھیں اپنی سیرت و کردار کا حصہ بناتی ہیں۔ ذیل میں حضرت عائشہ سے اخلاق عالیہ میں بعض اخلاق سے متعلق ان سے مروی احادیث رسول ﷺ اور سیرت عائشہ کا ذکر کیا جائے گا:

نرمی کا حکم:

حضرت عائشہ نہ صرف خود نرم خو تھیں بلکہ وہ دوسروں کو بھی اس کی تلقین کیا کرتی تھیں۔ وہ چاہتی تھیں کہ مسلمان خواتین اپنے مزاج سے سختی کو ختم کر دیں، کیونکہ سخت انسان نہ صرف انسانوں کے مابین دوری پیدا کرتی ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ تکلیف کا باعث بھی بنتی ہے اسی طرح حضرت عائشہ سے مروی ایک اور روایت کچھ یوں ہے:

یا عائشہ علیک ابتقوی اللہ عزوجل والرفق فان الرفق لم یک فی شیء قط الا زانہ ولم ینزع من شیء قط الا شانہ [14]

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عائشہ اللہ سے ڈرنا اور نرمی کرنا اپنے اوپر لازم کر لو، کیونکہ جس چیز میں بھی نرمی ہوتی ہے اسے باعث زینت بنا دیتی ہے اور جس چیز سے بھی چھین لی جاتی ہے اسے بدنما اور عیب دار کر دیتی ہے۔"

حضرت عائشہ نرمی کے حق میں اس لیے بھی تھیں کہ وہ جانتی تھیں کہ اللہ کے رسول ﷺ اس بات کی دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ جو میری امت کے ساتھ سختی کرے تو بھی اس کے ساتھ سختی کر اور نرمی کرنے والے کے ساتھ نرمی کا معاملہ رکھ۔ جیسا کہ ایک روایت میں کچھ یوں بیان ہوتا ہے:

عن عائشہ قالت قال رسول اللہ ﷺ اللھم من رفق بامتی فارفق بہ ومن شق علیھم فشق علیہ۔[15]

"حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے اللہ! جو شخص میری امت پر نرمی کرے تو اس پر نرمی فرما اور جو ان پر سختی کرے تو اس پر سختی فرما۔"

سو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ کو نرمی اپنانے کا حکم دیا۔ اس لئے نرم خوئی ان کے نمایاں اوصاف میں سے تھی۔

صلہ رحمی کی تاکید:

صلہ رحمی اخلاق عالیہ کی ہی ایک قسم ہے۔ عربی میں قرابت کا حق ادا کرنے کو وصل رحم (رحم ملانا) اور قرابت کا حق ادا نہ کرنے کو قطع رحم (رحم کاٹنا) کہتے ہیں۔

رحم مادری ہی تعلقات قرابت کی جڑ ہے یہ رحم خالق فطرت کی باندھی ہوئی گرہ ہے جو متفرق انسانی ہستیوں کو خاص دست قدرت سے باندھ کر ایک کر دیتی ہے اور جس کا توڑنا انسان کی قوت سے باہر ہے۔ اس لیے ان کے حقوق کی نگہداشت بھی انسانوں پر سب سے زیادہ ضروری ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حدیث میں وضاحت کی رحم (شکم مادر کا نام ہے)۔ رحمان اللہ سے مشتق ہے اسلئے محبت والے رحمٰن نے رحم کو خطاب کر کے فرمایا:

"جس نے تجھ کو ملایا اس کو میں نے ملایا۔ جس نے تجھ کو کاٹا اس کو میں نے کاٹا"۔[16]

اس حدیث سے وہ اہمیت ظاہر ہوتی ہے جو اسلام کی نظر میں اہل قرابت کی ہے۔

حضرت عائشہ مسلمان خواتین کی تعلیم و تربیت کے دوران اس بات کا خاص خیال رکھتی تھیں کہ ان کے اندر صلہ رحمی پیدا ہو۔ وہ انھیں نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد بھی سنایا کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ سے مروی ہے:

قال رسول اللہ ﷺ من وصلھا وصلہ اللہ ومن قطعھا قطعہ اللہ[17]

"نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص رشتہ جوڑتا ہے اللہ اسے جوڑتا ہے اور جو شخص رشتہ توڑتا ہے اللہ اسے توڑتا ہے۔"

حضرت عائشہ خود بھی صلہ رحمی کو اختیار کیا کرتی تھیں۔آپ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے بہت اچھی طرح پیش آتی تھیں ان کی خاطر تواضع کیا کرتی تھیں اوران کے ساتھ اچھا سلوک کرتی تھیں۔جیسا کہ عبداللہ بن زبیر سے مروی ایک روایت میں بیان ہوتا ہے:

وقال الليث حدثني أبو الأسود ، محمد عن عروة بن الزبير ، قال ذهب عبد الله بن الزبير مع أناس من بني زهرة إلى عائشة ، وكانت أرق شيء لقرابتهم من رسول الله صلى الله عليه وسلم.[18]

"اور لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے ابوالاسود محمد نے بیان کیا اور ان سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بنی زہرہ کے چند لوگوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنی زہرہ کے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آتی تھیں کیونکہ ان لوگوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت تھی۔"

حضرت عائشہ مسلمان خواتین کو بھی صلہ رحمی کی ترغیب دیا کرتی تھیں۔ان کے پیش نظر نبی کریم ﷺ کا ارشاد رہتا تھا کہ نبی کریم ﷺ اس کا حکم دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو صلہ رحمی کرتا ہے اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ تعلق کو جوڑے رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ اپنا تعلق استوار رکھتے ہیں۔جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

"سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رشتہ داری عرش کے ساتھ لٹکائی ہوئی ہے اور کہتی ہے کہ جس نے مجھے جوڑا اللہ اسے جوڑے گا اور جس نے مجھے توڑا اللہ اس سے دور ہو گا۔"[19]

اسی طرح حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ صلہ رحمی، حسن اخلاق انسان کی عمر میں اضافے اور برکت کا سبب بنتی ہے۔اور جو لوگ نرمی اختیار کرتے ہیں انھیں دنیا اور آخرت کی بھلائی نصیب ہوا کرتی ہے۔جیسا کہ روایت میں بیان ہوتا ہے:

عن عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا رسول اللہ ﷺ قال لها انہ من اعطی حظہ من الرفق فقد اعطی حظہ من خیر الدنیا والآخرہ وصلۃ الرحیم وحسن الخلق وحسن الجوار یعمران الدنیا ویزید فی الاعمار۔[20]

"حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا جس شخص کو نرمی کا حصہ دیا گیا اسے دنیا و آخرت کی بھلائی کا حصہ مل گیا اور صلہ رحمی حسن اخلاق اور اچھی ہمسائیگی شہروں کو آباد کرتی ہے اور عمر میں اضافہ کا سبب بنتی ہے۔"

یہ مرویات عائشہ ثابت کرتی ہیں کہ صلہ رحمی کو اپنایا جائے۔

والدین اور پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک:

حضرت عائشہ مسلمان خواتین کو والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تلقین کیا کرتی تھیں۔ کیونکہ ایسا کرنے والے انسان دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں جنت میں داخل ہوا تو وہاں قرآن کریم کی تلاوت کی آواز سنائی دی، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ حارثہ بن نعمان ہیں، تمہارے نیک لوگ اسی طرح کے ہوتے ہیں دراصل وہ اپنی والدہ کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کرتے تھے۔[21]

والدین کے ساتھ ساتھ اولاد کے ساتھ اچھا سلوک کرنا بھی انسان کے لیے بہت ضروری ہے۔ جو والدین اپنی ذات پر اپنی اولاد کو ترجیح دیتے ہیں ان کی اس صلہ رحمی کی بدولت اللہ تعالیٰ انھیں اپنے عذاب سے دور کر دیتا ہے یعنی ان کا یہ عمل ان کے لیے جہنم سے آڑ بن جایا کرتا ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ ایک عورت ان کے پاس آئی اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں۔ انہوں نے اس عورت کو ایک کھجور دی اس نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کر کے ان دو بچیوں میں اسے تقسیم کر دیا۔ اور خود کچھ نہ کھایا۔ حضرت عائشہ نے نبی کریم ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی ان بچیوں سے آزمائش کی جائے اور وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے تو یہ اس کے لیے جہنم سے آڑ بن جائیں گی۔[22] لہذا حضرت عائشہ مسلمان خواتین کو تلقین کیا کرتی تھیں کہ وہ اپنی اولاد کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میرے پاس ایک مسکین عورت اپنی دو بچیوں کو اٹھائے میرے پاس آئی میں نے اسے تین کھجوریں دیں اس نے ان میں سے ہر بچی کو ایک ایک کھجور دی اور ایک کھجور خود کھانے کے لیے اپنے منہ کی طرف بڑھائی لیکن اسی وقت اس کی بچیوں نے اس سے مزید کھجور مانگی تو اس نے اسی کھجور کو دو حصوں میں تقسیم کر کے انھیں دے دیا ۔ مجھے اس واقعے پر بڑا تعجب ہوا میں نے نبی ﷺ سے بھی اس واقعے کا تذکرہ کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے لیے اس بناء پر جنت واجب کر دی اور اسے جہنم سے آزاد کر دیا۔[23]

حضرت عائشہ صرف رشتہ داروں کے ساتھ ہی اچھا سلوک کرنے کی تلقین نہیں کیا کرتی تھیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ دیگر لوگوں کے ساتھ بھی اچھے سلوک کا حکم دیتی تھیں۔ خاص طور پر ہمسایوں کے ساتھ اچھے تعلقات قائم رکھنے کی تلقین کیا کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ سے مروی ہے:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جبرائیل علیہ السلام مجھے ہمیشہ پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی نصیحت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو وارث بنادیں گے۔"[24]

اسلام دوسروں کے ساتھ بھلا سلوک کرنے اور ان کا حق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کے ماننے والے ایک دوسرے کے ساتھ احسان کے رشتے میں بندھ جائیں ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں نہ کہ ایک دوسرے پر ظلم کریں۔ حضرت عائشہ بھی مسلمان خواتین کو ایک دوسرے کے ساتھ نیک اور بھلا سلوک کرنے کی تلقین کیا کرتی تھیں۔ وہ کہتی تھیں کہ نبی کریم ﷺ ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ احسان کا معاملہ کریں۔ اگر کوئی ہم پر احسان کرے تو ہم اس کے احسان کا بدلہ احسان سے ادا کرنے کی کوشش کریں۔ اگر ہم یوں نہ کر پائیں تو پھر ہمیں چاہیے کہ کم از کم ہم اس انسان کو اچھے لفظوں میں یاد کریں جس نے ہم پر احسان کیا ہو۔ جیسا کہ روایت میں بیان ہوتا ہے:

"حضرت عائشہ سے مروی ہے: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی سے کوئی احسان کیا ہو تو اسے اس کا بدلہ اتارنا چاہیے۔ اور جو شخص ایسا نہ کر سکے وہ اس کا اچھے انداز میں ذکر ہی کر دے کیونکہ اچھے انداز میں ذکر کرنا بھی شکریہ ادا کرنے کی طرح ہے۔ اور جو شخص ایسی چیز سے اپنے آپ کو سیراب ظاہر کرتا ہو جو اسے حاصل نہ ہو تو وہ جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والے کی طرح ہے۔"[25]

ان مرویات عائشہ سے ثابت ہوا کہ والدین اور پڑوسیوں سے حسن سلوک کیا جائے۔

تحائف دینا فروغ محبت کا ذریعہ:

تحفہ دینے اور لینے سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے اسلام جو کہ نفرت اور بغض کی بجائے صلہ رحمی اور پیار و محبت، امن و اتفاق کا داعی ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ اس کے ماننے والوں کے درمیان محبت پروان چڑھے۔ حضرت عائشہ تحائف کو محبت کے فروغ کا ایک ذریعہ سمجھتی تھیں اور نبی کریم ﷺ کے ارشاد کی روشنی میں اس کو قبول فرمالیا کرتی تھیں۔ روایت میں بیان ہوتا ہے:

حدثنا مسدد ، حدثنا عیسی بن یونس ، عن هشام ، عن أبيه ، عن عائشة ـ رضى الله عنها ـ قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقبل الهدية ويثيب عليها.[26]

"ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے عیسیٰ بن یونس نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرما لیا کرتے ۔لیکن اس کا بدلہ بھی دے دیا کرتے تھے۔"

اسی طرح حضرت عائشہ صرف اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ہی حسن سلوک کی تلقین نہیں کیا کرتی تھیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ آپ یتیموں اور مسکینوں کا خیال رکھنے اور ان کے حقوق کی نگہداشت کا بھی حکم دیتی تھیں۔آپ فرمایا کرتی تھیں کہ اگر کوئی کسی یتیم یا مسکین عورت یا بچی سے نکاح کرنا چاہتا ہو تو وہ صرف اسی صورت نکاح کر سکتا ہے جب وہ ان کے مہر پورے ادا کرے اور ان کے ساتھ انصاف کرنے کا ارادہ اور سکت رکھتا ہے۔روایت میں بیان ہوتا ہے:

حدثنا عبد العزيز بن عبد الله العامري الأويسي ، حدثنا إبراهيم بن سعد ، عن صالح ، عن ابن شهاب ، أخبرني عروة ، أنه سأل عائشة ـ رضى الله عنها ـ وقال الليث حدثني يونس عن ابن شهاب قال أخبرني عروة بن الزبير أنه سأل عائشة ـ رضى الله عنها ـ عن قول الله تعالى { وإن خفتم} إلى { ورباع}. فقالت يا ابن أختي هي اليتيمة تكون في حجر وليها تشاركه في ماله ، فيعجبه مالها وجمالها ، فيريد وليها أن يتزوجها بغير أن يقسط في صداقها ، فيعطيها مثل ما يعطيها غيره ، فنهوا أن ينكحوهن إلا أن يقسطوا لهن ويبلغوا بهن أعلى سنتهن من الصداق ، وأمروا أن ينكحوا ما طاب لهم من النساء سواهن. .[27]

"ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ عامری اویسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا ،انہوں نے کہا ہم سے صالح نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تھا (دوسری سند) اور لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، انہیں عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے (سورۃ نساء میں) اس آیت کے بارے میں پوچھا" اگر تم کو یتیموں میں انصاف نہ کرنے کا ڈر ہو تو جو عورتیں پسند آئیں دو دو تین تین چار چار نکاح میں لاؤ" انہوں نے کہا میرے بھانجے یہ آیت اس یتیم لڑکی کے بارے میں ہے جو اپنے ولی (محافظ رشتہ دار جیسے چچیرا بھائی، پھوپھی زاد یا ماموں زاد بھائی) کی پرورش میں ہو اور ترکے کے مال میں اس کی ساجھی ہو اور وہ اس کی مالداری اور خوبصورتی پر فریفتہ ہو کر اس سے نکاح کر لینا چاہے لیکن پورا مہر انصاف سے جتنا اس کو اور جگہ ملتا وہ نہ دے، تو اسے اس سے منع کر دیا گیا کہ ایسی یتیم لڑکیوں سے نکاح کرے۔البتہ اگر ان کے ساتھ ان کے ولی انصاف کر سکیں اور ان کی

حسب حیثیت بہتر سے بہتر طرز عمل مہر کے بارے میں اختیار کریں (تو اس صورت میں نکاح کرنے کی اجازت ہے) اور ان سے یہ بھی کہہ دیا گیا کہ ان کے سوا جو بھی عورت انہیں پسند ہو ان سے وہ نکاح کر سکتے ہیں۔"

دوسروں کی ضروریات کا خیال رکھنا اور بوقت ضرورت انھیں اپنی اشیا کو استعمال کرنے دینا بھی اخلاق حسنہ کا ہی ایک جزو ہے۔ حضرت عائشہ کی سیرت مبارکہ جو کہ مسلمان خواتین کے لیے عملی نمونہ ہے اس میں ہم کو یہ بات بھی ملتی ہے کہ حضرت عائشہ اپنی چیزیں دوسروں کو دے دیا کرتی تھیں تاکہ وہ اسے استعمال کر لیں۔ ان کے پاس ایک بہت عمدہ اور بیش قیمت کرتہ تھا جس کو اس زمانہ میں دلہنیں مستعار لیا کرتیں تھیں اپنی بارات کے دن پہننے کے لیے۔[28]

ان روایات سے ثابت ہوا کہ سیرت عائشہ میں تحائف دینے کا تصور ملتا ہے۔ آج کے دور میں سیرت عائشہ پر عمل کرتے ہوئے تحائف کے عمل کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔

ایثار و قربانی:

حضرت عائشہ کا خواتین کی اخلاقی تعلیم و تربیت کا ایک اہم پہلو یہ بھی تھا کہ آپ انھیں دوسروں کو خود پر ترجیح دینے کا حکم دیا کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ کا اپنا طرز عمل بھی ایسا ہی تھا کہ وہ دوسروں کو خود پر ترجیح دیتی تھیں چاہے وہ چیز انھیں کتنی ہی عزیز کیوں نہ ہو۔ جب حضرت عمر فاروق کو زخمی کر دیا گیا تو انھوں نے حضرت عائشہ سے ان کے حجرہ مبارک میں نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت مانگی۔ حضرت عائشہ کی اگرچہ اس جگہ دفن ہونے کی شدید خواہش تھی پھر بھی انھوں نے حضرت عمر فاروق کو خود پر ترجیح دی اور انھیں اس جگہ دفن ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حدیث مبارکہ میں بیان ہوتا ہے:

"ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے عرض کرو کہ عمر رضی اللہ عنہا نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے۔ امیر المؤمنین (میرے نام کے ساتھ) نہ کہنا، کیونکہ اب میں مسلمانوں کا امیر نہیں رہا ہوں، تو ان سے عرض کرنا کہ عمر بن خطاب نے آپ سے اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ

دفن ہونے کی اجازت چاہی ہے۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہمانے (عائشہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر) سلام کیا اور اجازت لے کر اندر داخل ہوئے۔دیکھا کہ آپ بیٹھی رو رہی ہیں۔پھر کہا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہمانے آپ کو سلام کہا ہے اور اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت چاہی ہے، عائشہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اس جگہ کو اپنے لیے منتخب کر رکھا تھا لیکن آج میں انہیں اپنے پر ترجیح دوں گی۔۔۔جب عمر رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی تو ہم وہاں سے ان کو لے کر (عائشہ رضی اللہ عنہ) کے حجرہ کی طرف آئے۔ام المؤمنین نے کہا انہیں یہیں دفن کیا جائے۔چنانچہ وہ وہیں دفن ہوئے۔"[29]

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ میں ایثار و قربانی کا جذبہ اس قدر موجزن تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قبر میں رفاقت جیسی نعمت کو قربان کر دیا۔

مساوات و برابری:

مساوات و برابری بھی اخلاق عالیہ کا جزو ہیں۔یہ ظلم و زیادتی اور اقربا پرستی کی ضد ہیں۔اسلام جس معاشرے کو تشکیل دینا چاہتا ہے مساوات اور برابری اس کا لازمی جزو ہیں۔حضرت عائشہ بھی مسلمان خواتین کو برابری اور مساوات کی تلقین کیا کرتی تھیں۔وہ فرماتی تھیں کہ نبی کریم ﷺ کسی کو بھی اس کے معاشرتی رتبے کی بناء پر درجہ عطا نہیں کیا کرتے تھے بلکہ ان کی نظر میں سب برابر ہوتے تھے۔یہ مساوات اور برابری صرف معاشرتی نہیں تھی بلکہ قانونی بھی تھی اور اسلامی معاشرے میں قانون کی نظر میں سب برابر ہوتے تھے۔اس لیے وہ مسلمان خواتین کو نبی کریم ﷺ سے منسوب ایک واقعہ سنایا کرتی تھیں جو کہ قانون مساوات کی ایک بڑی اچھی مثال تھی۔وہ فرماتی ہیں:

"بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کر لی تھی۔قریش نے (اپنی مجلس میں) سوچا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس عورت کی سفارش کے لیے کون جا سکتا ہے؟ کوئی اس کی جرات نہیں کر سکا، آخر

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے سفارش کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل میں یہ دستور ہو گیا تھا کہ جب کوئی شریف آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس کا ہاتھ کاٹتے۔ اگر آج فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے چوری کی ہوتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹتا۔"[30]

ان مرویات عائشہ سے معلوم ہوا کہ مساوات و برابری ناگزیر ہے اور اس سلسلے میں کسی حسب و نسب اور مال و دولت کو مد نظر نہ رکھا جائے۔

کسر نفسی و سادگی:

حضرت عائشہ خوف خدا کی شدت اور کسر نفسی کا ایک بہترین نمونہ تھیں۔ یہاں تک کہ جب حضرت عائشہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمانے لگیں: کاش میں پیدا ہی نہ ہوئی ہوتی، کاش میں ایک درخت ہوتی، کہ اللہ کی پاکی میں رطب اللسان رہتی اور پوری طرح سے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتی۔[31]

حضرت عائشہ مسلمان خواتین کو تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کرنے کا حکم دیا کرتی تھیں۔ وہ سمجھتی تھیں کہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے لہذا یہاں کی آسائشوں کے حصول میں جت جانے کی بجائے ہمیں خدا، اس کے رسول ﷺ اور آخرت کو دنیاوی آسائشوں پر ترجیح دینا چاہیے۔ بذات خود حضرت عائشہ کا اپنا عمل بھی یہی تھا۔ آپ نے نہایت سادہ زندگی بسر کی تھی۔ کھانا بہت سادہ ہوا کرتا تھا۔ بلکہ اکثر یوں ہوتا کہ گھر میں کھانے کو کچھ موجود نہ ہوتا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ بعض اوقات ہم پر کئی کئی مہینے اس حال میں گزر جاتے کہ نبی کریم ﷺ کے کسی گھر میں آگ نہیں جلتی تھی، عروہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا خالہ جان: پھر آپ لوگ کس طرح گزارہ کرتے تھے؟ انھوں نے کہا دو سیاہ چیزوں یعنی پانی اور کھجور۔[32]

اسی طرح حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا، نبی کریم ﷺ نے کبھی چھلنی نہیں دیکھی اور کبھی چھنے ہوئے آٹے کی روٹی نہیں کھائی، بعثت سے لے کر وصال تک یہی حالت رہی، عروہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے پوچھا آپ لوگ جو کی روٹی بغیر چھانے کس طرح کھا لیتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: ہم لوگ اف کہتے جاتے تھے تکلیف کے ساتھ حلق سے اتارتے تھے یا صرف منہ سے پھونک مار لیا کرتے تھے۔[33]

حضرت عائشہ مسلمان خواتین کو سادہ طرز زندگی اختیار کرنے کا حکم دیا کرتی تھیں۔ وہ انھیں مال واسباب اور زیورات جمع کرنے کی بجائے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور اپنی زندگی کو نہایت سادہ طریقے سے گزارنے کا حکم دیا کرتی تھیں۔ جیسا کہ ایک روایت ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! اگر تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو تم دنیا پر مسافر کے توشے کی مانند قناعت کرو اور امراء کی مجلسوں میں نہ اٹھو بیٹھو اور کپڑوں کو جب تک ان میں پیوند کام دیتے ہیں پرانا نہ سمجھو۔ 34

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے سونا پہننے سے منع فرمایا تو ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم تھوڑا سا سونا لے کر اس میں مشک نہ ملا لیا کریں نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم اسے چاندی کے ساتھ کیوں نہیں ملاتی، پھر اسے زعفران کے ساتھ خلط ملط کر لیا کرو، جس سے وہ چاندی بھی سونے کی طرح ہو جائے گی۔ 35

یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ نے بحکم الٰہی اپنی ازواج مطہرات کو دنیاوی آسائشوں کو پیش کش کی اور انھیں دنیاوی آسائشوں یا فقر وفاقہ کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ میں سے کسی ایک شے کو چن لینے کا حکم دیا۔ جب حضرت عائشہ کے سامنے نبی کریم ﷺ نے یہ پیشکش رکھی تو انھوں نے فوراً بلا تاخیر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو چن لیا۔ یعنی آپ نے دنیاوی آسائشوں پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور فقر وفاقہ کو ترجیح دی۔ جیسا کہ روایت میں بیان ہوتا ہے:

> "ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، کہا کہ مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آنحضرت اپنی ازواج کو (آپ کے سامنے رہنے یا آپ سے علیحدگی کا) اختیار دیں تو آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میں تم سے ایک معاملہ کے متعلق کہنے آیا ہوں ضروری نہیں کہ تم اس میں جلد بازی سے کام لو، اپنے والدین سے بھی مشورہ کر سکتی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو جانتے ہی تھے کہ میرے والد کبھی آپ سے جدائی کا مشورہ نہیں دے سکتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ " اے نبی! اپنی بیویوں سے فرما

دیجئیے" آخر آیت تک ۔ میں نے عرض کیا، لیکن کس چیز کے لئے مجھے اپنے والدین سے مشورہ کی ضرورت ہے، کھلی ہوئی بات ہے کہ میں اللہ، اس کے رسول اور عالم آخرت کو چاہتی ہوں۔"[36]

ان مرویات عائشہ سے کسر نفسی اور سادگی کا درس ملتا ہے۔

صبر و تحمل:

حضرت عائشہ صبر و تحمل کی پیکر تھیں اور مسلمان خواتین کو بھی تکلیف میں صبر کرنے کی ہدایت کیا کرتی تھیں اور انھیں نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ بیان کیا کرتی تھیں جس میں ارشاد ہوتا ہے:

"نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی مسلمان کو کانٹا چبھنے کی یا اس سے بھی کم درجے کی بھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اس کے بدلے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔"[37]

جس قدر اخلاق فاضلہ کی افزائش ضروری ہے اسی قدر رزائل اخلاق سے اجتناب بھی اہم ہے۔ حضرت عائشہ مسلمان خواتین کی تعلیم و تربیت اس طرح کیا کرتی تھیں کہ ان کے اندر نہ صرف اعلیٰ اخلاقی صفات پیدا ہوں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ اخلاقی عوارض سے بھی بچیں۔ حضرت عائشہ نے مسلمان خواتین کو بد گوئی سے بچنے کا حکم دیا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ برا ہے فلاں قبیلہ کا بھائی۔ یا (آپ نے فرمایا) کہ برا ہے فلاں قبیلہ کا بیٹا۔ پھر جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ بیٹھا تو آپ اس کے ساتھ بہت خوش خلقی کے ساتھ پیش آئے۔ وہ شخص جب چلا گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ! جب آپ نے اسے دیکھا تھا تو اس کے متعلق یہ کلمات فرمائے تھے، جب آپ اس سے ملے تو بہت ہی خندہ پیشانی سے ملے۔ آنحضرت نے فرمایا اے عائشہ! تم نے مجھے بد گو کب پایا۔ اللہ کے یہاں قیامت کے دن وہ لوگ بد ترین ہوں گے جن کے شر کے ڈر سے لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں۔[38]

ان مرویات عائشہ سے صبر و تحمل کا درس ملتا ہے۔

عفو و درگزر کا حکم:

حضرت عائشہ مسلمانوں کو تلقین کیا کرتی تھیں کہ وہ ایک دوسرے سے بدلہ لینے کی بجائے ایک دوسرے کو معاف کرنا سیکھیں اور صبر و تحمل سے کام لیں۔ دوسروں کی خطاؤں اور لغزشوں کو نظر انداز کر دیا کریں۔ آپ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ

نے اپنے کسی خادم یا کسی بیوی کو کبھی نہیں مارااور اپنے ہاتھ سے کسی پر ضرب نہیں لگائی الا یہ کہ راہ خدا میں جہاد کر رہے ہوں۔ نبی کریم ﷺ کی شان میں کوئی بھی گستاخی ہوتی تو نبی کریم ﷺ اس آدمی سے کبھی انتقام نہیں لیتے تھے البتہ اگر محارم خداوندی کو پامال کیا جاتا تو اللہ کے لیے انتقام لیا کرتے تھے۔[39]

حضرت عائشہ مسلمان خواتین کو اس بات کی تلقین کیا کرتی تھیں کہ دوسروں کے ساتھ ہر حال میں اچھا سلوک کیا جائے۔ یہاں تک کہ اگر وہ آپ کے ساتھ برا سلوک کریں تو بھی ان سے جواب میں اچھا سلوک کرے۔ کیونکہ حضرت عائشہ کی سیرت کے مطالعہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اگر کوئی رشتے دار آپ کے ساتھ برا سلوک کرتا تو بھی حضرت عائشہ اس حق میں نہیں تھیں کہ اس کے ساتھ جواباً برا سلوک کیا جائے بلکہ وہ فرماتی تھیں کہ اللہ کا حکم یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کے سلوک کو جاری رکھا جائے اور ان کی مدد کی جائے۔ جب حضرت عائشہ پر بہتان لگایا گیا تھا تو اس وقت قبیح فعل میں جو لوگ شریک تھے ان میں سے ایک سامع بن مسطح بھی تھا جو کہ حضرت ابو بکر صدیق کا رشتہ دار تھا اور حضرت ابو بکر صدیق اس کی کفالت کیا کرتے تھے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق نے ارادہ کیا کہ وہ اب مزید ان کی مدد نہیں کریں گے۔ تو اس پر بطور تنبیہ وحی کا نزول ہوا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں:

> "جب اللہ تعالیٰ نے میری برات میں یہ آیت نازل فرمائی" جن لوگوں نے تہمت تراشی کی ہے۔ وہ تم ہی میں سے کچھ لوگ ہیں" تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جو مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کے اخراجات قرابت کی وجہ سے خود ہی اٹھاتے تھے کہا کہ قسم اللہ کی اب میں مسطح پر کبھی کوئی چیز خرچ نہیں کروں گا کہ وہ بھی عائشہ پر تہمت لگانے میں شریک تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔" تم میں سے صاحب فضل و صاحب مال لوگ قسم نہ کھائیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد غفور رحیم تک" ۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم! بس میری یہی خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت کر دے۔ چنانچہ مسطح رضی اللہ عنہ کو جو آپ پہلے دیا کرتے تھے وہ پھر دینے لگے۔"[40]

حضرت عائشہ جھگڑے کو سخت ناپسند کیا کرتی تھیں۔۔ آپ فرماتی تھیں کہ نبی کریم نے جھگڑالو شخص کو مبغوض قرار دیا ہے۔ جیسا کہ بیان ہوتا ہے:

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "سب سے مبغوض آدمی وہ ہے جو نہایت جھگڑالو ہو"۔[41] روایت میں بیان ہوتا ہے:

حدثنا قبيصة ، حدثنا سفيان ، عن ابن جريج ، عن ابن أبي مليكة ، عن عائشة ، ترفعه قال " أبغض الرجالإلى الله الألد الخصم ". وقال عبد الله حدثنا سفيان ، حدثني ابن جريج ، عن ابن أبي مليكة ، عن عائشة ـ رضى الله عنها ـ عن النبي صلى الله عليه وسلم.[42]

"ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، کہا ان سے ابن جریج نے، ان سے ابن ابی ملیکہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ شخص وہ ہے جو سخت جھگڑالو ہو"

اسی طرح حضرت عائشہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ کسی مسلمان کا خون بہانا جائز نہیں ہے، الا یہ کہ تین میں سے کوئی ایک وجہ ہو، شادی شدہ ہونے کے باوجود بدکاری کرنا، اسلام قبول کرنے کے بعد کافر ہو جانا، یا کسی شخص کو قتل کرنا جس کے بدلے میں اسے قتل کر دیا جائے۔[43]

حضرت عائشہ مسلمان خواتین کی تعلیم وتربیت اس طرح سے کیا کرتی تھیں کہ ان کے اندر احسان اور صلہ رحمی کی عادات فروغ پائیں اور وہ ظلم اور بددیانتی سے بچیں۔ وہ ان کو ظلم وزبردستی کرنے سے منع کرتی تھیں اور ان کے سامنے ظالم کی مذمت بیان کیا کرتی تھی۔ جیسا کہ آپ سے مروی ایک روایت میں بیان ہوتا ہے:

أن أبا سلمة ، حدثه أنه ، كانت بينه وبين أناس خصومة ، فذكر لعائشة ـ رضى الله عنها ـ فقالت يا أبا سلمة اجتنب الأرض ، فإن النبي صلى الله عليه وسلم قال " من ظلم قيد شبر من الأرض طوقه من سبع أرضين ".[44]

"ابو سلمہ نے بیان کیا کہ ان کے اور بعض دوسرے لوگوں کے درمیان (زمین کا) جھگڑا تھا۔ اس کا ذکر انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا تو انہوں نے بتلایا، ابو سلمہ! زمین سے پرہیز کر نبی کریم صلی اللہ علیہو سلم نے فرمایا، اگر کسی شخص نے ایک بالشت بھر زمین بھی کسی دوسرے کی ظلم سے لے لی تو سات زمینوں کا طوق (قیامت کے دن) اس کے گردن میں ڈالا جائے گا۔"

خودستائی سے پرہیز:

جس طرح غرور و تکبر اخلاق فاضلہ کی علامات ہیں اسی طرح خود ستائی سے پرہیز اخلاق عالیہ کا حصہ ہیں۔ حضرت عائشہ مسلمان خواتین کی تعلیم و تربیت کرتے ہوئے انھیں اس بات کی تلقین کیا کرتی تھیں کہ وہ خود ستائی سے پرہیز کریں۔ خود حضرت عائشہ کا طرز عمل یہ تھا کہ وہ اپنی تعریف کو بالکل پسند نہیں کرتی تھیں یہاں تک کہ اگر کوئی اور آپ کی تعریف کرتا تو آپ اس کو ناپسند فرماتی تھیں:

"ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے، ان سے عمر بن سعید بن ابی حسین نے، ان سے ابن ابی ملیکہ نے، کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے تھوڑی دیر پہلے، جبکہ وہ نزع کی حالت میں تھیں، ابن عباس نے ان کے پاس آنے کی اجازت چاہی، عائشہ رضی اللہ عنہانے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ میری تعریف نہ کرنے لگیں۔ کسی نے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں اور خود بھی عزت دار ہیں (اس لئے آپ کو اجازت دے دینی چاہئے) اس پر انہوں نے کہا کہ پھر انہیں اندر بلا لو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہانے ان سے پوچھا کہ آپ کس حال میں ہیں؟ اس پر انہوں نے فرمایا کہ اگر میں خدا کے نزدیک اچھی ہوں تو سب اچھا ہی اچھا ہے۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہانے کہا کہ انشاءاللہ آپ اچھی ہی رہیں گی۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں اور آپ کے سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں فرمایا اور آپ کی برات (قرآن مجید میں) آسمان سے نازل ہوئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تشریف لے جانے کے بعد آپ کی خدمت میں ابنزبیر رضی اللہ عنہما حاضر ہوئے۔ محترمہ نے ان سے فرمایا کہ ابھی ابن عباس آئے تھے اور میری تعریف کی، میں تو چاہتی ہوں کہ کاش میں ایک بھولی بسری گمنام ہوتی۔"[45]

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ کا معمول یہ تھا کہ وہ خود ستائی سے پرہیز کرتیں۔

حرص و طمع سے اجتناب:

حضرت عائشہ حرص و طمع سے بچنے کی تلقین کیا کرتی تھیں۔ مال کی حرص وہ اخلاقی برائی ہے جو انسان کو دیگر کئی برائیوں میں مبتلا کر سکتی ہے لہذا حضرت عائشہ تلقین کیا کرتی تھیں کہ اس سے بچا جائے۔ اور مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔

نبی کریم ﷺ گھر میں داخل ہوتے وقت فرماتے تھے کہ اگر ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری کی تلاش میں رہے گا اور اس کا منہ مٹی کے علاوہ اور کسی چیز سے نہیں بھر سکتا۔ ہم نے تو مال بنایا ہی اس لیے تھا کہ نماز قائم کی جائے اور زکوۃ دی جائے۔[46]

عیب جوئی سے پرہیز:

حضرت عائشہ غیبت اور دوسروں کی عیب جوئی سے نہ صرف خود بھی بچتی تھیں بلکہ دیگر خواتین کو بھی اس سے بچنے کی تلقین کیا کرتی تھیں۔ ان کے نزدیک غیبت کرنے کے ساتھ کسی دوسرے کی نقل اتارنا یا اس کے عیب کو موضوع بحث بنانا بھی غیر اخلاقی حرکت تھی اور نبی کریم ﷺ نے اس نے سختی سے منع فرمایا تھا۔ جیسا کہ روایت میں بیان ہوتا ہے: حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں کسی مرد یا عورت کی نقل اتارنے لگی تو نبی ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے اس سے بھی زیادہ کوئی چیز بدلے میں ملے تو پھر بھی میں کسی کی نقل نہ اتاروں، اور نہ اسے پسند کروں۔ (میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! صفیہ اتنی سی ہے اور یہ کہہ کر ہاتھ سے اس کے ٹھگنے ہونے کا اشارہ کیا، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم نے ایسا کلمہ کہا ہے جسے اگر سمندر کے پانی میں ملا دیا جائے تو اس کا بھی رنگ بدل جائے۔[47]

جھوٹ سے اجتناب:

جھوٹ رزائل اخلاق کی جڑ ہے اور انسان کو دیگر برائیوں میں مبتلا کرنے کا سبب بنتا ہے۔ اس لیے حضرت عائشہ اس نے نہ صرف خود پرہیز کرتی تھیں بلکہ مسلمان خواتین کی تعلیم و تربیت بھی اسی نہج پر کرتی تھیں کہ وہ اس سے باز رہیں۔ حضرت عائشہ فرمایا کرتی تھیں کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کے نزدیک جھوٹ سے زیادہ کوئی عادت بری نہ تھی، بعض اوقات اگر کوئی آدمی نبی ﷺ کے سامنے جھوٹ بولتا تو یہ چیز اسے مستقل ملامت کرتی رہتی تھی حتی کہ پتہ چلتا کہ اس نے اس سے توبہ کرلی ہے۔[48]
یہاں تک کسی ایسی چیز کے بارے میں غلط بیانی کرنا جو انسان کے پاس موجود نہ ہو مگر وہ اسے اپنی ملکیت میں ظاہر کرے آپ کے نزدیک ایک ایسا جھوٹ تھا جو درحقیقت دو جھوٹوں کے برابر درجہ رکھتا ہو۔ حدیث میں بیان ہوتا ہے:

> "حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک عورت بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری شادی ہوئی ہے لیکن میرے شوہر کی ایک دوسری بیوی یعنی میری سوتن بھی ہے بعض اوقات میں اپنے آپ کو شوہر کی طرف سے اپنی سوتن کے سامنے بڑا ظاہر کرتی ہوں اور یہ کہتی ہوں

کہ اس نے مجھے فلاں چیز دی اور فلاں کپڑا پہنایا تو کیا یہ جھوٹ ہوگا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا نہ ملنے والی چیز سے اپنے آپ کو سیراب ظاہر کرنے والا جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والے کی طرح ہے۔"[49]

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ کی اخلاقی تربیت کا ہمہ وقت خیال رکھتے۔اور حضرت عائشہ بھی اخلاقی تربیت کے حصول کے لئے کوشش کرتیں۔

عصر حاضر کی عورت کی اخلاقی تربیت سیرت عائشہ کی روشنی میں

اگر اسلامی تاریخ پر نگاہ دوڑائی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ جیسے مسلمان مردوں کی اخلاقی حالت اس قدر اعلیٰ تھی کہ دوسری اقوام ان کے اخلاق و کردار سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرتی رہی ہیں وہیں مسلمان خواتین بھی اخلاق و کردار کے لحاظ سے بلند ترین درجات پر فائز تھیں دوسرے لفظوں میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ان کا اخلاق و کردار بھی اس قابل تھا کہ معاشرے کے لیے مثال بنتا بلکہ ماں کی حیثیت سے اس کا اعلیٰ اخلاق و کردار مسلمان مردوں کی اعلی اخلاقی و کرداری حالت کا بھی ضامن تھا۔ جہاں تک عصر حاضر کی عورت کی اخلاقی حالت کا تعلق ہے تو وہ بھی نہایت دگرگوں ہے۔اسلام اپنے ماننے والوں کو اخلاق حسنہ کی ترغیب دیتا ہے۔ انھیں بات چیت اور معاملات میں نرمی کی ہدایت کرتا ہے۔ جھوٹ سے بچنے اور سچ بولنے کی تلقین کرتا ہے۔ایک دوسرے کی حق تلفی اور ظلم و ستم سے منع کرتا ہے۔عدل سے کام لینے اور انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے۔غیبت اور چغل خوری سے منع فرماتا ہے۔ لڑائی جھگڑے اور تلخ کلامی کا سد باب کرنے کا حکم دیتا ہے۔ظلم و ستم سے منع فرما کر احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔رواداری و اخوت و بھائی چارے کو اپنانے کا کہتا ہے۔لیکن آج معاملہ کچھ اور رخ اختیار کر چکا ہے۔ جیسے زندگی کے دیگر شعبوں میں مسلمانوں نے اسلام کے سنہری اصولوں کو پس پشت ڈال رکھا ہے وہی معاملہ اخلاق کے حوالے سے بھی جاری ہے۔آج امت مسلمہ اخلاقی گراوٹ کا شکار ہے جس میں مسلمان مرد و خواتین دونوں ہی کی اخلاقی حالت زوال پذیر ہے۔آج ان کے اقوال کے اندر سچ سے زیادہ جھوٹ کی آمیزش ہے۔آج ان کا رویہ نرمی و ملائمت کی بجائے ترشی و تلخی لیے ہوئے ہوتا ہے۔کیا خواتین اور کیا مرد دونوں اصناف ہی اخلاق مذمومہ کو اپنائے ہوئے ہیں۔

اگر ہم عصر حاضر کی مسلمان خواتین کی بات کریں تو ان کی اخلاقی حالت میں جو غالب رجحان پایا جاتا ہے وہ اسلام کے زریں اخلاقی اصولوں سے بہت مختلف اور متضاد ہے۔اسلام خواتین کو نرمی و برداشت کا حکم دیتا ہے لیکن موجودہ دور میں خواتین کے اندر تحمل و برداشت کا مادہ بہت کم ہو چکا ہے۔دائرہ اسلام میں شامل خواتین کی اکثریت اب سچ کی بجائے جھوٹ کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہے۔

ایفائے عہد اور دیانت داری کی بجائے بد دیانتی اور وعدہ خلافی کو اپنی زندگیوں میں شامل کیے ہوئے ہے۔ گھریلو جھگڑوں کی کثرت اور ناچاقی اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ آج کی عورت بھائی چارہ اور اخوت کی بجائے ناچاقی اور نفرت کو اپنائے ہوئے ہے۔ غیبت جسے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا گیا تھا آج کے دور کی مسلمان عورتوں کی اکثریت اس سے عار محسوس نہیں کرتی۔ یہاں تک کہ وہ اس بات سے بھی آگاہ نہیں ہوتیں کہ ان کا کونسا عمل اور قول غیبت و چغلی کے ضمن میں شمار ہو رہا ہے۔ شوہر اور بیوی کے درمیان جھگڑوں کی بہتات، ساس و بہو، بھابھی اور نندوں کے درمیان تنازعات روزمرہ معمولات میں شامل ہو چکے ہیں۔ دوسروں کی دل آزاری کو عیب کی بجائے خوبی سمجھا جاتا ہے۔ دوسروں کی حق تلفی گناہ نہیں کامیابی خیال کی جاتی ہے۔ ساس کا بیٹے کو بہو کے خلاف بدظن کرنا اور بہو کا شوہر کو ماں اور بہنوں کے خلاف بھڑکانا ایسے اخلاقی عیوب ہیں جن کی اگرچہ عصر حاضر میں بہتات ہے مگر ان کو کوئی برا نہیں جانتا۔

چھوٹی چھوٹی باتوں پر بلاوجہ غلط بیانی کرنا، جو چیز پاس نہ ہو اس کے بارے میں دکھاوا کرنا، نازیبا الفاظ کا استعمال کرنا، ایک دوسرے کی غیر موجودگی میں برائی کرنا، عیوب کو بیان کرنا عام ہو چکا ہے۔ کسی کی پردہ پوشی یا اصلاح کرنا اب مناسب نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ اب دوسروں کے عیوب کو اچھالا جاتا ہے اور ان کے کمزوریوں سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر امن و سکون سے رہنا اب محال ہو چکا ہے۔ ایک دوسرے کے محاسن سے زیادہ عیوب پر نظر رکھنے کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان نہ صرف رزائل اخلاق میں مبتلا ہو رہا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ باہمی محبت و ہم آہنگی کا بھی خاتمہ ہو رہا ہے۔ آج کی عورت جو کہ اپنے معیار زندگی میں بہتری لانا چاہتی ہے اور اپنی معاشرتی و معاشی حالت میں مثبت تبدیلی کی خواہش رکھتی ہے، اس کو پورا کرنے کی خاطر وہ نہ صرف اپنے اہل خانہ کو دھوکہ دہی، بد دیانتی اور رشوت جیسے اخلاقی عوارض میں مبتلا کر رہی ہے بلکہ وہ خود بھی وہ دکھاوے اور جھوٹ کا شکار ہو رہی ہے۔

اسلام ہم کو دوسروں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا حکم دیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَي الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ [50]

"نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو مگر گناہ اور ظلم و زیادتی میں مدد نہ کرو"

حضرت عائشہ کی سیرت پاک عصر حاضر کی مسلمان خواتین کی اخلاقی تربیت کے لیے بلاشبہ ایک رول ماڈل کا کردار ادا کر سکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی صحبت نے آپ کے اندر ان تمام اخلاق عالیہ کو جنم دے دیا تھا جن کی اسلام اپنے ماننے والی خواتین اور مرد دونوں سے توقع رکھتا ہے۔ حضرت عائشہ کے ذات مبارکہ میں وہ تمام اخلاق عالیہ رچ بس چکے تھے جو کہ ایک مومن کی علامت

قرار دیئے جاسکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا میں جس شخص کی ہمراہی سے نوازا تھا اس کا اخلاق سب سے اعلیٰ تھا۔جس کے اعلیٰ اخلاق کی ضمانت خود قرآن دیا کرتا تھا۔[51] نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نے حضرت عائشہ کی ذات مبارکہ میں ان تمام اخلاق حسنہ کو جمع کر دیا تھا جو کہ خود نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ میں موجود تھے۔کیونکہ حضرت عائشہ کے سامنے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد موجود تھا کہ:

عن عائشہ ان النبی ﷺ قال ان اکمل المومنین ایمانا احسنهم خلقا والطفهم باهله[52]

"حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کامل ترین ایمان والا وہ آدمی ہوتا ہے جس کے اخلاق سے زیادہ عمدہ ہوں اور وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ سب سے زیادہ مہربان ہو"۔

نتائج بحث: اس مقالہ سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔

1۔ حضرت عائشہ نہ صرف خود اخلاق عالیہ کے بلند درجے کی حامل خاتون تھیں بلکہ انھوں نے دیگر مسلمان خواتین کی تعلیم و تربیت بھی اس نہج پر کرنے کی کوشش کی جس سے ان کے اندر تمام اچھی عادات کو فروغ دیا جاسکے اور رزائل اخلاق کو ختم کیا جاسکے۔

2۔ حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی روایات میں بھی خواتین کی اخلاقی تربیت کے لئے رہنمائی موجود ہے۔

3۔ حضرت عائشہ نے نہ صرف وعظ و نصیحت کے ذریعے خواتین کی اخلاقی تربیت کرنے کی کوشش کی بلکہ اپنے آپ کو بطور نمونہ کے پیش کیا۔

4۔ حضرت عائشہ اخلاص کا پیکر تھیں اور خوش خلقی کا مظہر،آپ کے اوصاف کا بیان اپنے اور پرائے سب کرتے تھے۔ آپ نے لوگوں کے ساتھ صلہ رحمی کو روا رکھا یہی وجہ تھی کہ آپ کی سوتنیں تک آپ کی اچھائیاں بیان کیا کرتی تھیں۔

5۔ دوسروں کی تکلیف کا احساس آپ میں موجود تھا جس کی وجہ سے آپ غرباء و فقراء کی دل کھول کر مدد کیا کرتی تھیں۔ اپنے رشتہ داروں اور ہمسائیوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک روا رکھتی تھیں ان کو ہدیات بھیجتی رہتی تھیں۔

6۔ آپ نے دنیا عیش و عشرت کو آخروی زندگی پر ترجیح دینے کی تلقین کی اور خود بھی ساری زندگی یہی کیا اور نہایت سادہ زندگی گزاری۔

7۔ آپ جھوٹ اور ناانصافی سے بچنے کی تلقین کیا کرتی تھیں۔اللہ کی رحمت کی ہمیشہ طلبگار رہا کرتی تھیں۔

حوالہ جات

[1]۔افریقی،ابن منظور، لسان العرب، بیروت: دار لکتب العلمیہ،2006، 8/ 317
[2]۔اصفہانی، راغب، امام، مفردات القرآن، بیروت: دار الکتب، س۔ن، 1/ 166
[3] ۔ لجرجانی، شریف، الشریف علی بن محمد، ایران: انتشارات ناصر خسرو، ۱۳۰۶ھ، الطبعۃ الاولی، ص45
[4]۔ محمد قاسم، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ناشر تاجران، لاہور، 1998ء، 1 /166
[5]۔القلم، 68: 4
[6]۔ Macmilan English Dictionary.Malayasia: good reads, 2003.470
[7]۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی، لاہور: ناشران وتاجران، س،ن، ا/ ۳۶۱
[8] ۔ایضاً
[9]۔القلم، 68: 4
[10]۔ احمد بن حنبل، المسند، لاہور: مکتبہ الرحمانیہ، س۔ن، رقم الحدیث:25184
[11]۔ ایضا، رقم الحدیث:25735
[12]۔ ایضا، رقم الحدیث:25102
[13]۔ایضا، رقم الحدیث:24687
[14]۔ ایضا، رقم الحدیث:24811
[15]۔ ایضا، رقم الحدیث:24841
[16] ۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کراچی، قدیمی کتب خانہ لاہور، کتاب الادب، باب من وصل وصلہ رقم الحدیث:5643
[17]۔ احمد بن حنبل، المسند، رقم الحدیث:24840
[18]۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب مناقب قریش، رقم الحدیث:3505
[19]۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب البر والصلۃ والاداب، باب صلۃ الرحم وتحریم قطیعتھا، رقم الحدیث:2555
[20]۔احمد بن حنبل، المسند، رقم الحدیث:25773
[21]۔ایضا، رقم الحدیث:25697
[22]۔ ایضا، رقم الحدیث:24556
[23]۔ایضا، رقم الحدیث:25118
[24]۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب البر والصلۃ والاداب، باب الوصیۃ بالجار والاحسان الیہ، رقم الحدیث:2624
[25]۔احمد بن حنبل، المسند، رقم الحدیث:25100
[26]۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الھبۃ وفضلھا والتحریض علیھا، باب المکافاۃ فی الھبۃ، رقم الحدیث:2585

[27]۔ ایضا،کتاب الشرکۃ، باب شرکۃ الیتیم واھل المیراث، رقم الحدیث:2494

[28]۔ایضا،کتاب الھبۃ وفضلھا والتحریض علیھا، باب الاستعارۃ للعروس عندالنباء، رقم الحدیث:2628

[29]۔ ایضا،کتاب اصحاب النبی ﷺ، باب قصہ البیعۃ والاتفاق علی عثمان بن عفان وفیہ مقتل عمر بن الخطاب، رقم الحدیث:3700

[30]۔ ایضا،کتاب فضل الصحابہ، باب ذکر اسامہ بن زید، رقم الحدیث:3733

[31]۔ ابن سعد،ابوعبداللہ(230ھ)،الطبقات الکبری، کراچی: دارالاشاعت،8/ 66

[32]۔احمد بن حنبل،المسند، رقم الحدیث:24924

[33]۔ ایضا، رقم الحدیث:24925

[34]۔ ابن سعد،ابوعبداللہ(230ھ)،الطبقات الکبری،8/ 67

[35]۔احمد بن حنبل،المسند، رقم الحدیث:24548

[36]۔بخاری،الجامع الصحیح،کتاب التفسیر القرآن، باقولہ (یایھا النبی قل لازواجک ان کنتن۔۔۔الایۃ، رقم الحدیث:4785

[37]احمد بن حنبل،المسند، رقم الحدیث:24615

[38]۔ بخاری،الجامع الصحیح،کتاب الاخلاق، باب لم یکن النبی فاحشاء ولا فتفشاء، رقم الحدیث:6032

[39]۔احمد بن حنبل،المسند، رقم الحدیث:24535

[40]۔بخاری،الجامع الصحیح،کتاب الشھادات، باب تعدیل النساء بعضھن بعضا، رقم الحدیث:2661

[41]۔احمد بن حنبل،المسند، رقم الحدیث:24781

[42]۔ بخاری،الجامع الصحیح،کتاب التفسیر القرآن، باب وھوالد الخصام (البقرہ204)، رقم الحدیث:4523

[43]۔احمد بن حنبل،المسند، رقم الحدیث:24808

[44]۔بخاری،الجامع الصحیح،کتاب المظالم والغصب، باب اثم من ظلم شیئا من الارض، رقم الحدیث:2453

[45]۔ ایضا،کتاب التفسیر القرآن، باب ولولا اذ سمعتموہ۔۔۔الایۃ، رقم الحدیث: 4753

[46]۔احمد بن حنبل،المسند، رقم الحدیث:24780

[47]۔ ایضا، رقم الحدیث:25477

[48]۔ایضا، رقم الحدیث:25698

[49]۔ ایضا، رقم الحدیث:25854

[50]۔المائدہ، 5: 2

[51]۔القلم، 68: 4

[52]۔احمد بن حنبل،المسند، رقم الحدیث:25184